۷۸۶

پاکستانی طلبار کا قومی لباس

نازکیا اِس پہ، کہ بدلا ہے زمانہ نے تمہیں! مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ لباس کی بناوٹ اور پہناوے کے انداز کا انسانی جذبات و کردار پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ معمولی سی کپڑے کی ٹوپی ذرا سی ٹیڑھی پہن لیجئے تو سوچ۔ فکر۔ چال ڈھال، ہر چیز ٹیڑھی ہو جاتی ہے اور غرور و تمکنت کے جذبات دل و دماغ پر مسلّط ہو جاتے ہیں۔ اسی حقیقت کے پیش نظر تقسیمِ ہند سے قبل مسلمانانِ ہند کی مشہور قومی درسگاہوں جامعہ ملّیہ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ عثمانیہ میں "کرتا۔ پاجامہ شیروانی اور ٹوپی" ان درسگاہوں کا لازمی لباس قرار دیئے گئے تھے۔ اس باوقار لباس کے اثرات سے خود بخود باوقار شخصیت کے مالک، پختہ دینی اور ملّی شعور کے حامل۔ لائق فائق طلبار اور عظیم قومی ہیرو ان درسگاہوں سے پیدا ہوتے رہے۔ خصوصاً علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو تو قائدِاعظم (مسلمانِ ہند کا Arsenal of Muslim India اسلحہ خانہ) فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حصولِ پاکستان کی مہم میں طلبارِ علی گڑھ کی سرفروشانہ کارگذاریوں نے عملاً پوری طرح ثابت کر دکھایا۔

لیکن اِن گنی چنی قومی درسگاہوں کے مدّمقابل مشّاق شکاری کے خفیہ جال کی طرح پورے برِّصغیر ہند میں پھیلے ہوئے مشنری اسکولوں میں "پتلون" کو اسکول یونیفارم کا لازمی جزو قرار دے کر مسلم نونہالوں کو اسلام کے طہارتِ جسمانی اور پاکیزگیِ لباس کے پاکیزہ تصوّر سے رفتہ رفتہ ناآشنا کرتے چلے جانے کی بھرپور سازش کی گئی کیونکہ "پتلون" پہن کر بچّہ مجبور ہوتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ جس سے کسی صورت میں بھی کپڑے پاک نہیں رہ سکتے۔

چنانچہ جب اس غیر محسوس سازش کے ذریعہ عہدِ طفلی ہی سے "پتلون" پہنا کر ان معصوم ذہنوں سے پاکیزگیِ لباس کا احساس مٹا دیا گیا تو رفتہ رفتہ نماز، روزہ، تقویٰ، طہارت، حلال و حرام کی تمیز، ادب، تہذیب، سب ایک ایک کر کے رخصت ہوتے چلے گئے۔ اور نئی نسلوں میں "خدا پرستی" کی بجائے "خود پرستی"۔ اور "حق پرستی" کی بجائے "مادّہ پرستی" کا رجحان اس تیزی سے بڑھا کہ محض "دُنیا طلبی" ہی مقصدِ زندگی بن کر رہ گیا اور بقول لسانُ العصر حضرت اکبر الٰہ آبادی یہ عالم ہو گیا کہ ؎

کیسا نبیؐ! کیسا خدا! پیسہ نبی! پیسہ خدا!

اکبر طنز و مزاح کے انداز میں شکوہ کرتے رہے کہ ؎

واسطہ کم ہو گیا قرآن کے قانون سے ؁ دَب گئی آخر مسلمانی مری پتلون سے

اور چیخ چیخ کر برادرانِ ملت کو جھنجوڑا کہ ؎

کہ مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر ✽ وہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں!

اور صاف الفاظ میں متنبہ کیا کہ ؎ مشرقی تو سرِ دشمن کو کچل دیتے ہیں ✽ مغربی رنگِ طبیعت کو بدل دیتے ہیں

لیکن نقارخانہ میں طوطی کی آواز کسی نے نہ سنی اور لارڈ میکالے کا وہ زہریلا دعویٰ سچ ثابت ہو کر رہا کہ :-

"ہم نے ایسا طریق تعلیم اختیار کیا ہے جس سے مستقبل قریب میں ایک ایسی قوم تیار ہوگی جو رنگ و نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہوگی لیکن تمدن و معاشرت کے لحاظ سے انگریز"۔

چناں چہ اب جبکہ انگریز کو یہاں سے رخصت ہوئے رُبع صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ انگریز کے دور میں پلی بڑھی پرانی نسل اب تک اس قدر "انگریز زدہ" ہے کہ درحقیقت اسی نے انگریز کی پہنائی ہوئی "پتلون" کو اب تک جسم سے چمٹا رکھا ہے اور بار بار یہ اعلان کرنے کے باوجود کہ اُردو ہماری قومی زبان ہے اسے انگریزی سے اتنا عشق ہے کہ کسی حالت میں بھی انگریزی سے کنارہ کش ہونے کو اس کا جی نہیں چاہتا ؎ اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا ✽ طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا۔

رہی نئی نسل! تو وہ پرانی نسل کی مجرمانہ غفلت اور ناعاقبت اندیشی کے نتیجہ میں اسلام کے اعلیٰ کردار و تمدن۔ شاندار تاریخی ورثہ اور عظیم دینی اقدار سے تقریباً نابلد ہونے کی وجہ سے یورپ کی موجودہ مادی ترقی کی عارضی چکا چوند سے جس کے متعلق شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے فرمایا تھا ؎ نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی ✽ یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

؎ دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دوکاں نہیں ہے ✽ کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہی زرِ کم عیار ہوگا۔

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خودکشی کرے گی ✽ جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا۔

اس قدر مبہوت و مرعوب ہے کہ بدکاری اور حرام کاری کی گھناؤنی سڑاند میں سڑتے ہوئے گناہ اور بدی کی دلدل میں دھنسے ہوئے، آبرو باختہ، یورپ کے پاپی معاشرہ کو "ننگِ انسانیت" سمجھنے کے بجائے "ترقی یافتہ" تصور کر کے، زبردستی کے احساسِ کمتری میں مبتلا ہے ــــ اور ــــ قانونِ مکافاتِ عمل کی گرفت سے گھبرایا ہوا مغربی ذہن سخت روحانی کرب اور بے چینی کے عالم میں "اصلاحِ باطن" کی بجائے ظاہر کو سنوارنے (بلکہ اور بگاڑنے) کی حماقت میں مبتلا ہو کر روز جونت نئے فیشن ایجاد کرتا اور پھر ان میں سکون نہ پا کر اسے ترک کر کے کوئی اور نیا بہروپ بھر لیتا ہے۔ ہمارے یہ بیچارے احساسِ کمتری کے شکار نوجوان بھی ان وحشت کے ماروں کی اندھی تقلید میں زبردستی کی "نقل مطابق اصل" کی مصیبت و کشمکش میں گرفتار ہیں۔ دین کے عطا کردہ "ابوتراب"

(Father of the Soil) کے آفاقی نظریہ حیات کو فراموش کر کے یورپ کے حیوانی معاشی نظریۂ فکر کے غلام بن کر "فرزندِ زمین"

(Son of the Soil) یعنی "ابن تراب" ہونے کے جہل میں مبتلا ہیں ــــ الغرض قرآنی رہنمائی سے محروم، منزل و مقصدِ زندگی سے ناآشنا، قدم قدم پر بھٹکتی، ٹھوکریں کھاتی ہپی کہلانے میں فخر محسوس کرنے والی ہماری نئی نسل ہماری ماضی اور

حال کی مجرمانہ کوتاہیوں اور غفلتوں کا زبانِ حال سے ماتم کرتے ہوئے شکوہ کر رہی ہے کہ ؎

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو ✲ مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

اب بھی وقت ہے کہ ہم ہوش میں آئیں اور ماضی کی غلطیوں کا فوری ازالہ کریں۔ اگر پوری قوم کے لئے نہیں! ؟ تو کم از کم پاکستانی نونہالوں کے لئے ملکی جغرافیائی حالات اور قرآنی نظریۂ پوشاک کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے جلد از جلد ایک مناسب "قومی لباس" تجویز کر کے آئندہ تعلیمی سال سے تمام درسگاہوں میں اس طرح قانوناً نافذ کر دیا جائے کہ کوئی تعلیمی ادارہ کسی صورت میں بھی مستثنیٰ نہ رہ سکے۔ "تاکہ مشرقی اور مغربی لباس کے جدا مزاجی اثرات سے پیدا ہونے والی مزاجی دورنگی کا "فساد" ختم ہو کر یکساں "پاکستانی قومی لباس" پاکستانی نونہالوں میں "یکساں قومی مزاج" اور "ملی جذبات" کو جنم دیگر ان میں حقیقی معنوں میں "ملی یگانگت" اور "فکری یک رنگی" پیدا کر سکے۔ اور ہماری نئی نسل اپنے درخشاں ماضی اور اعلیٰ ملی روایات و کمالات کی حامل بن کر جلد از جلد زندہ قوموں کی صفِ اوّل میں کھڑی ہو کر اپنے شاندار مستقبل کی تعمیر کر سکے۔ ؎

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں ✲ نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

ہماری تجویز:

جمعۃ الوداع، لیلۃ القدر، ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۶ھ (جو عیسوی سنہ کے لحاظ سے ۱۴ اور ۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب تھی) کو کفرستانِ ہند کا کلیجہ چیر کر مالک الملک نے جو "خطۂ ارض پاکستان" بننے کیلئے منتخب فرمایا اس کے موجودہ چاروں صوبوں کے عوام کا متفقہ مقامی لباس "کرتا اور شلوار" ہے۔ سرحدی بھی یہی پہنتے ہیں۔ بلوچی بھی اسی کو زیب تن کرتے ہیں۔ سندھیوں کو بھی یہی پسند ہے اور پنجابیوں کو بھی یہی پہناوا پیارا ہے۔ یہ سیدھا سادا، آرام دِہ، دیدہ زیب لباس یہاں کے جغرافیائی حالات اور آب و ہوا کے لحاظ سے بھی ہر طرح موزوں ہے (جو یقیناً مقامی زندگی کے طویل تجربات کے بعد یہاں کے بزرگوں نے اپنایا ہوگا) اور دیدہ زیب ہونے کے ساتھ ساتھ موجودہ اقتصادی حالات کے پیش نظر سیدھا سادا اور کم خرچ بھی ہے نیز پوشاک کے متعلق آیات قرآنی کے منشا و مقاصد کو بھی پورا کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (۲۶ اعراف)

اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری تاکہ تمہارا ستر ڈھانکے اور تمہارے بدن کو زینت دے۔ اور تقویٰ کا لباس ایک ہی بہتر لباس ہے۔ یہ بات اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

لہٰذا ـــ ہماری تجویز و گذارش یہ ہے کہ اسی "پاکستانی عوامی لباس" کو پاکستان کے "قومی لباس" کی قانونی حیثیت دے کر آئندہ تعلیمی سال کی ابتدا ہی سے "کرتا، شلوار" ہر پاکستانی درسگاہ کے طلبا کا لازمی "یونیفارم" قرار دے دیا جائے۔ تعلیمی اداروں اور درسگاہوں میں اس کا فوری نفاذ اس لئے بھی نہایت ضروری ہے کہ

قسمتِ نوعِ بشر تبدیل ہوتی ہے یہاں ☼ اک مقدّس فرض کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

اگر اب بھی ان نونہالانِ ملّت کو صحیح مشرقی ماحول وتربیت میں پروان چڑھنے کا موقع فراہم کردیا جائے تو

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے ☼ ذرا نم ہو تو یہ مٹّی بہت زرخیز ہے ساقی

ہمیں پورا یقین ہے کہ ہر دردمند دل رکھنے والا فردِ ملّت ہماری اس مخلصانہ تجویز وگذارش کی ہر ممکنہ تائید وحمایت کریگا اور قوی اُمّید ہے کہ ــــ ہماری موجودہ عوامی حکومت کے اربابِ حل وعقد ہماری اس اپیل پر ضرور خصوصی اور فوری توجّہ فرمائیں گے اور جس طرح موجودہ عوامی دور میں ہمارے وفاقی اور صوبائی وزراء نے عام پبلک جلسوں میں عوام کے ساتھ "فرش نشینی" کی اعلیٰ مثال قائم کرکے عوامی مساوات کا نمونہ پیش کیا ہے اور ٹھیٹھ پاکستانی لباس میں اہم جلسوں سے خطاب اور جلوس کی قیادت کرکے گویا ایک طرح سے ــــ عملاً ــــ ہماری اس تجویز کی تائید وتوثیق کی ہے، جلد از جلد اس پاکستانی قومی لباس کا قانوناً نفاذ کرکے ملک وملّت پر احسان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب سے اپنا کام لے۔ آمین۔

ہو، اگر خودنگر وخودگر وخودگیر، خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

الدّاعی الی الخیر:۔

فقیر

سعید بن وحید (علیگ) بی، اے۔ مبلّغِ اسلام
نگراں تبلیغی مرکز: دیندار انجمن
این ۱۱۵۔ کورنگی ۲½۔ کراچی ۳۱

فون ۔ ۳۱۱۴۱۰

جمعۃ المبارک ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۹۵ھ

۳۰ مئی سنہ ۱۹۷۵ء

(فضلی سنز پرنٹرز، اردو بازار کراچی)